پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی — حویلیاں، ہزارہ

سیدنا سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ

نسب نامہ: سلیمان بن صرد بن الجون بن ابی الجون بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن خُبیس بن حرام بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی۔

سلیمان رضی اللہ عنہ کا نام جاہلیت میں یسار تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھا ان کی کنیت ابو مطرف تھی اور ان کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو خزاعہ سے تھا۔ ان کی ولادت بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پندرہ سال قبل ہوئی ابن سعد، استیعاب اور الاصابہ میں ان کے قبول اسلام کے زمانہ کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ البتہ شاہ معین الدین ندوی نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ (سیر الصحابہ ج ۷ صفحہ ۲۸۹ جبکہ طالب ہاشمی کے نزدیک وہ غزوہ احزاب سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ (آسمان ہدایت کے ستر ستارے) سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صاحب مرتبہ و شرافت، فاضل، عابد اور نیک سیرت کے حامل تھے (استیعاب مع الاصابہ ج ۶ صفحہ ۶۳) ان سے ابو اسحق سبیعی، یحیٰ بن یعمر، عبداللہ بن یسار، ابو الضحیٰ اور عدی بن ثابت نے روایت کی ہے۔ اور خود انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ طبرانی، صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ان کی روایت موجود ہے۔

۱۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جبکہ غزوہ احزاب میں کفار متفرق ہو کر منتشر ہو گئے فرمایا کہ اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور وہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے اور ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری)

۲۔ سلیمان بن صرد کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے آپس میں سخت کلامی کی اور ان میں سے ایک کا غصہ زیادہ بڑھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اسے کہہ لے تو غصہ فرو ہو جائے۔ وہ کلمہ یہ ہے میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

ان رجلین تلاحیا فاشتد غضب احدھما فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی لاعرف کلمتہ لوقالھا سکن غضبہ اعوذباللہ من الشیطان الرجیم"۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، الاستیعاب ۲ صفحہ ۶۵، اسد الغابہ ۴ صفحہ ۱۶۸)

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں دو تین روایات کے علاوہ ان کی کسی غزوے یا سریہ میں شرکت یا کسی دوسرے کارنامے سے کتب تاریخ و سیرت خاموش ہیں۔ اسی طرح عہد صدیقی رضی اللہ عنہ، عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں بھی ان کی سرگرمیوں اور کارناموں کا اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حالانکہ ان ادوار میں وہ عالم شباب میں تھے۔ اس طویل عرصے میں صرف ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا ہے کہ جب

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں کوفہ میں پہلی مرتبہ مسلمان آباد ہوئے تو انہوں نے بھی محلہ بنی خزاعہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کے بعد عہد مرتضوی میں صرف جنگ صفین میں ان کا یہ کردار سامنے آتا ہے کہ انہوں نے اس جنگ میں بعمر پینسٹھ سال شامی فوج کے مشہور بہادر حوشب ذی ظلیم الالعانی کو قتل کیا اور خود بھی شدید زخمی ہوئے۔ (استیعاب ج ۲ صفحہ ۶۴، اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۱۶۷، الاصابہ ج ۲ صفحہ ۷۶)

جنگ صفین میں ہی بموقع تحکیم مورخین نے ان کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا ہے کہ تب معاہدہ تحکیم تحریر کیا گیا تو یہ اس سے بہت مغموم ہوئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المومنین اگر اس وقت کوئی مددگار ہوتا تو ہم ہرگز یہ معاہدہ منظور نہ کرتے۔ (اخبار الطوال صفحہ ۱۹۸)۔

معاہدہ تحکیم امت کے لیئے رحمت اور باعث اطمینان و سکون تھا جسے فریقین نے برضا و رغبت قبول کر لیا تھا۔ ایک صحابی کیوں کر اس کی مخالفت کر سکتے تھے۔ یہ سب سبائیوں اور رافضیوں کی تلبیسات ہیں۔ صاحب اخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری ناقابل اعتبار، کذاب اور رافضی ہے۔

جنگ صفین کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری تک تاریخ کے صفحات پھر ان کے ذکر سے خاموش ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے طویل دور خلافت ۴۱ھ تا ۶۰ھ میں بھی گوشہ و خانہ نشین بلکہ خلافت کے مطیع و فرمانبردار دکھائی دیتے ہیں۔

اہل سیر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انہیں بعمر اٹھاسی ۸۸ برس میدان عمل میں کھینچ لاتے ہیں اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ تمام ہی اہل سیر شیعہ کی اس کذب بیانی کا شکار ہو گئے کہ ان کا گھر حامیان حسین رضی اللہ عنہ کا مرکز تھا اور ان ہی کی طرف سے سب سے پہلے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی گئی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر جب کوفہ تشریف لے آئے تو وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکے:

کان فیمن کتب الی الحسین بن علی رضی اللہ عنہما یسئلہ القدوم الی الکوفتہ فلما قدمھا ترک القتال معہ۔(طبقات ابن سعد اردو ج٦ صفحہ ۵۸، الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب ج۲ صفحہ٦٤ اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ج۴ صفحہ ١٦٧، الاصابہ فی تمییزالصحابہ ج۲ صفحہ٧٦ ، سیر الصحابہ ج٧ صفحہ ٨٣،

آسمان ہدایت کے ستر ستارے صفحہ ۴۷۹۔ اخبار الطوال ۱۹۸، تاریخ طبری اردو ج ۴ صفحہ ۱۷۸، تاریخ ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۱۵، تاریخ ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۸۱، تذکرہ الاطہار ترجمہ کتاب الارشاد از علامہ شیخ مفید صفحہ ۲۵۷، جلاء العیون تحت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ)

اب خط کا مضمون بحوالہ طبری ملاحظہ فرمائیں:

سلیمان بن صرد کے مکان میں شیعہ جمع ہوئے۔ معاویہ کے مر جانے کا ذکر کر کے سب نے خدا کا شکر کیا ابن صرد نے کہا کہ معاویہ ہلاک ہو گیا اور حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت میں تامل کیا اور وہ مکہ میں چلے آئے ہیں تم لوگ ان کے اور ان کے والد کے شیعوں میں ہو اگر تم ان کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنا

چاہیتے ہو تو ان کو لکھو اور اگر تم کو اندیشہ ہو ڈر جانے کا یا بزدلی کرنے کا تو ان کو دھوکا نہ دو۔ سب نے کہا ہم ان کے دشمن سے قتال کریں گے اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے۔ کہا اچھا ان کو لکھ بھیجو خط لکھا گیا۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو سلیمان بن صرد اور میب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مؤمنین مسلمین کی طرف سے۔ ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے۔ بعد اس کے شکر ہے اللہ کا کہ اس نے آپ کے سرکش و گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا۔ غنائم کو چھین لیا تھا ان کی بغیر مرضی ان کا حاکم بن بیٹھا تھا نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا۔ مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا۔ عذاب اس پر نازل ہو جس طرح ثمود پر نازل ہوا۔ ہم لوگوں کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ شاید آپ کی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کر دے۔ نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں۔ ہم جمعہ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے نہ عید گاہ میں ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لا رہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انہیں شام میں انشاء اللہ چلا جانا پڑے۔
والسلام ورحمۃ اللہ علیک

اس خط کو عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن دال کے ہاتھ روانہ کیا اور انہیں حکم کیا کہ جلد پہنچا دیں۔ دونوں شخص بتعجیل روانہ ہوئے۔ یہ خط رمضان کی دسویں تاریخ مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا (تاریخ طبری اردو ج ۴ صفحہ ۱۷۸، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۱۵، تاریخ ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۸۲

سخت حیرت اور تعجب ہے کہ مؤرخین اور اہل سیر نے اس جعلی خط کی نسبت سلیمان بن صرد کی طرف کر دی۔ جنہیں شرف صحبت حاصل ہے جو فاضل، عابد اور نیک سیرت کے حامل ہیں۔ یہ خط ایسے کردار کے حامل شخص کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

واقعہ کربلا پر سب سے پہلے ابو مخنف لوط بن یحییٰ کوفی متوفی ۱۷۰ھ نے مقتل الحسین کے نام سے کتاب لکھی جس کا کوئی قلمی نسخہ بھی آج موجود نہیں ہے۔ لیکن ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس کی کتاب کا کل مواد "قال ابو مخنف" کی تکرار سے اپنی تاریخ میں درج کر دیا۔ جو واقعہ کربلا کے تقریباً سو برس بعد محض سماعی روایتوں سے مرتب ہوا۔ کیونکہ ابو مخنف خود واقعہ کا شاہد نہیں ہے۔

یہ خط بھی طبری نے ابو مخنف کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اس ذات شریف کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں کہ:

لوط بن یحییٰ اخباری قصہ گو ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابو حاتم نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور کچھ بھی نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے یہ تو جلا بھنا اور آگ لگانے والا شیعہ ہے اور شیعوں کا قصہ گو ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۲۴۰)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں کہ:

ابو عبید الاجری کا بیان ہے کہ میں نے ابو حاتم رازی سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کو

جھاڑ دیا یعنی نفرت و حقارت کا اظہار کیا امام احمد نے فرمایا اس کے متعلق پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟
(لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۴۹۲) شیعہ علماء بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
"انہ لاینبغی التامل فی کونہ (لوط بن یحییٰ) شیعیا امامیا" یعنی لوط بن یحیٰ کے شیعہ امامی ہونے میں کسی کو شک نہ کرنا چاہیئے۔ (تنقیح المقال ج ۲ صفحہ ۴۴، اعیان الشیعۃ ج ۱ صفحہ ۱۵۳)
علاوہ ازیں اس جعلی خط کے ناقل جناب طبری ہیں۔ جنہوں نے اس وضعی داستان کو اپنی کتاب میں جگہ دے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا کی راہ ہموار کی خیر سے یہ بزرگ بھی ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو شیعیت میں غلو رکھتا تھا طبری نے سیدنا معاویہ کے نام کے ساتھ یہ کے الفاظ لکھے ہیں (اعاذنا اللہ منہ)۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ "کان یضع للروافض طبری رافض کے لیئے روایات وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۳۵)
امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری کی وفات ۳۱۰ھ میں پچاسی یا چھیاسی سال کی عمر میں ہوئی اور اپنے گھر میں ہی دفن کیئے گئے کیونکہ کچھ حنابلی حضرات نے دن کے وقت انہیں دفن کرنے سے روک دیا تھا اور انہیں رافضیوں کی طرف منسوب کیا تھا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۱۱ صفحہ ۱۴۷)
جس خط کا راوی بھی شیعہ ہو اور ناقل بھی شیعہ تو اس پر کوئی شیعہ ہی اعتبار و اعتماد کر سکتا ہے۔
مذکورہ خط کا مضمون بھی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو کجا ایک عام مسلمان کے کردار کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتا اس کا ایک ایک لفظ اس جھوٹی نسبت پر شاھد ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ:
۱۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سلیمان بن صرد کے گھر شیعہ جمع ہوتے ہیں اور معاویہ کی موت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں ـــ کیا کسی کی موت پر خوش ہونا اور شکر ادا کرنا (اور وہ بھی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاتب وحی، خلیفۃ المسلمین کی موت پر کسی مسلمان کا شیوہ ہو سکتا ہے؟
۲۔ سلیمان بن صرد اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور انہیں ڈرنے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے سے منع کرتے ہیں ـــ لیکن جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت قبول کر کے کربلا میں روک دیئے جاتے ہیں تو جہاد پر وعظ کرنے والا، محبت حسین رضی اللہ عنہ کا دم بھرنے والا، لوگوں کو بزدلی کا مظاہرہ کرنے سے منع کرنے والا خود نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد کرتا ہے اور نہ ہی ان کی معیت میں ان کے دشمن کے خلاف جہاد میں کوئی حصہ لیتا ہے۔ بلکہ بد ترین قسم کی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خانہ نشین ہو جاتا ہے۔
ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

یہ (سلیمان بن صرد) ان میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا کہ آپ کوفے میں آیئے جب آپ کوفے میں آئے تو ان سے الگ ہو گئے۔ ان کا ساتھ نہ دیا۔

طبقات ابن سعد اردو ج ۶ صفحہ ۵۸، اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۱۶۷، استیعاب ج ۲ صفحہ ۶۴، الاصابہ ج ۶ صفحہ ۶۷)
شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے

تو سلیمان ان کی کوئی مدد نہ کر سکے اور کربلا کا واقعہ ہائلہ پیش آگیا"۔ (سیر الصحابہ ج ۷ صفحہ ۸۳)
طالب ھاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ: "جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور کوفہ میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی جماعت بنی تو اس تنظیم میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ نہایت عابد و زاھد اور اپنی قوم میں بہت با اثر تھے چنانچہ ان کا مکان جو خزیمہ کے محلے میں واقع تھا حامیان حسین رضی اللہ عنہ کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا وہیں سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ تشریف لانے کے دعوت نامے بھیجے جاتے تھے لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں تشریف لے آئے تو حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ان کی کچھ مدد نہ کر سکے......
(آسمان ہدایت کے ستر ستارے ۳۷۹)

کیا یہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہو سکتا ہے؟

۳۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت سب سے پہلے سلیمان بن صرد کی طرف سے دی جاتی ہے۔ ان ہی کا گھر حامیان حسین رضی اللہ عنہ کا مرکز ہے اور یہ اپنی قوم میں با اثر شخص بھی ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان خطوط کے جواب میں خود تشریف لے جانے سے قبل اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس روانہ کرتے ہیں۔ یہ کوفہ پہنچ کر سیدھے مختار بن ابی عبید کے گھر قیام کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں تو اپنے مرکز یعنی سلیمان بن صرد کے گھر ٹھہرنا چاہیئے تھا۔ یا پھر ان لوگوں کے گھروں میں قیام کرنا چاہیئے تھا جنھوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے تھے۔ خطوط لکھنے والوں میں کوئی نام مختار بن ابی عبید یا ہانی بن عروہ نہیں ہے۔

علاوہ ازیں یہ مختار تو اہلبیت کا دشمن تھا۔ اسی نے تو اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا جو کہ مدائن کا گورنر تھا۔ کیا تم کو دولت وعزت حاصل کرنے کا راستہ بتاؤں؟ کہا کیا مطلب؟ کہا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑو اور قید کر کے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو سعد بن مسعود نے کہا خدا تجھ کو رسوا کرے اور تیسری تدبیر کو غارت کرے کیا میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دھوکہ بازی کروں؟ (البدایہ والنھایہ ج ۸ صفحہ ۱۴)

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اپنے قیام کوفہ کے دوران مکان تبدیل کرتے رہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر بھی قیام کیا لیکن سلیمان بن صرد کے گھر ایک مرتبہ بھی نہ جاسکے۔

۴۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار حامیان حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ایک ابن صرد کا نام ان میں بھی کہیں نظر نہیں آتا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سخت ترین آزمائش سے دوچار ہوئے۔ ابن زیاد نے انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس دور آزمائش میں ایک بڑھیا نے ان کے لیئے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا، ہانی نے انہیں پناہ دی۔ نتیجتاً وہ گرفتار ہوئے اور ایک جم غفیر نے ہانی کی رہائی کے لئے گورنر ہاؤس کا محاصرہ کیا۔ لیکن سلیمان بن صرد۔ اس تحریک کے بانی اور زبردست حامی حسین رضی اللہ عنہ کا کہیں دور دور بھی نام نظر نہیں آتا۔

کیا یہ کسی محب حسین رضی اللہ عنہ اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہو سکتا ہے؟

۵- خط میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تحریر کیا گیا ہے کہ اللہ نے آپ کے سرکش و گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا، غنائم کو چھین لیا تھا، ان کی مرضی کے بغیر ان کا حاکم بن بیٹھا تھا، نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا، مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا، عذاب اس پر نازل ہو جس طرح ثمود پر نازل ہوا"۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزامات خط کے جعلی اور وضعی ہونے کا واضح ثبوت ہیں اوپر اہل سیر کے حوالے سے یہ بتایا جا چکا ہے کہ سلیمان بن صرد نیک و صالح شخص تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نیک بندوں کو قتل کر ڈالا تھا تو اتنے مشہور، مقبول اور صالح شخص زندہ کیسے بچ گئے؟ پھر جس خلیفۃ المسلمین کا (العیاذ باللہ) ایسا مکروہ کردار رہا ہو اسے تو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ سخت حیرت ہے کہ ایسے کردار کے حامل شخص کو تقریباً بیس سال تک برداشت کیا جاتا رہا۔

اس پورے دور میں چند حضرات نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناکام بنانے کی کوشش کی اور کوفہ کی جامع مسجد میں دوران خطبہ جمعہ گورنر پر کنکر پھینکے جس کی پاداش میں ان کے ہاتھ کاٹے گئے ---- حجر بن عدی کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس گئی تو اسے متعدد مرتبہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، ان کے رفقاء نے بھرپور مزاحمت کی۔ پھر جب وہ گرفتار ہوئے تو کوفی سردار مالک بن، ہبیرہ سکونی نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسے معاف کر دینے کی سفارش کی تو اسے مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد مالک بن ہبیرہ تو اپنے مکان پر مقابلہ کرنے کے لیئے اپنی قوم کو اکٹھا کرتا ہے لیکن سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا نام و نشان کہیں بھی نظر نہیں آتا۔

کیا یہ کردار کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو سکتا ہے؟ کیا خط کا مضمون کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو سکتا ہے؟

۶- خط میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں ہم جمعہ اور عید میں ان کا ساتھ نہیں دیتے-- یہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ صحابی ابن صحابی ہیں کیا کسی صحابی کی اقتدا میں قصداً و عملاً نماز کا ترک کرنا کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہو سکتا ہے؟

۷- امیر یزید کے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی سلیمان بن صرد کا گھر حامیان حسین رضی اللہ عنہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیئے دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں--- لیکن اس پہلی نشست کی صدارت کرنے کے بعد سلیمان بن صرد یزید کے پورے دور میں تاریخ کے صفحات سے غائب ہو جاتے ہیں- ابن صرد جیسے محب حسین رضی اللہ عنہ بہادر اور ہردلعزیز سردار نہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد کرتے ہیں، نہ کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتے ہیں اور نہ ہی واقعہ حرہ میں مخالف کیمپ میں کہیں نظر آتے ہیں- کیا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی کردار ہوتا ہے؟

۸- امیر یزید کی وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو ہوئی- واقعہ کربلا کے بعد تین سال دو ماہ اور چار دن تک وہ زندہ رہا- اس دوران سلیمان بن صرد کی کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی - یزید کی وفات کے فوراً بعد سیاسی اور ملکی

حالات پلٹا کھاتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حجاز میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیتے ہیں ادھر شام میں معاویہ ثانی کی دست برداری کے بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۶۵ھ میں نظام خلافت سنبھال لیتے ہیں۔ جس سے ملکی سطح پر دونوں حضرات کے مابین کش مکش پیدا ہو جاتی ہے۔ عراق کا علاقہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آ جاتا ہے۔ اور کوفہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری گورنر مقرر کیئے جاتے ہیں۔ اب یکا یک سلیمان بن صرد اپنے سابقہ کردار پر نادم ہوتے ہیں، توبہ کرتے ہیں اور خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیئے توابین کی جماعت منظم کرتے ہیں۔۔۔ ادھر مختار بن ابی عبیدہ بھی یہی نعرہ لے کر اٹھتا ہے لیکن ابن صرد کے ساتھ تعاون کے بجائے اپنی امارت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ سلیمان بن صرد پہلے خفیہ طور پر اپنی تحریک منظم کرتے رہے لیکن جب گورنر کوفہ نے اس تحریک کی حمایت کی تو کھل کر میدان میں آ گئے اور سولہ ہزار کا لشکر اکٹھا کر کے موصل کی طرف پیش قدمی کا اعلان کر دیا۔

موصل شام کی سرحد پر واقع ہے اور ابن زیاد یہاں کا گورنر تھا۔ سلیمان بن صرد کے ساتھیوں میں سے عبداللہ بن سعد نے کہا چونکہ ہم لوگ قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیئے نکلے ہیں اور تقریباً کل قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں موجود ہیں لہذا ان کو چھوڑ کر کہاں خاک چھاننے جا رہے ہو؟ ہمراہیوں نے بھی اس سے اتفاق کیا لیکن ابن مرد نے اختلاف کر کے ابن زیاد کے ساتھ لڑنے کو ترجیح دی کہ یہاں کامیابی کی صورت میں دوسروں کو زیروزبر کرنا آسان ہو جائے گا۔ (ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۱۵۲)

چنانچہ سولہ ہزار پر مشتمل یہ لشکر عین الوردہ کے مقام پر پہنچنے تک صرف چار ہزار تک محدود ہو گیا۔ اب جنگ کا حال بزبان طبری ہدیہ خدمت ہے۔

"اب انہوں نے ایسی شمشیر زنی کی سب لوگ حملہ کرنے کو تلواریں سونت کر گھوڑوں سے کود پڑے، کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا، سواروں نے سواروں پر حملہ کیا۔ تلوار چلی۔ اہل شام میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور بہت شامیوں کو زخمی کر دیا۔ حصین نے ان کے ثبات قدم ان کی سطوت کو دیکھ کر پیادوں کو بھیجا کہ انکو تیروں کا نشانہ بنائیں اب سواروں اور پیادوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی حالت میں سلیمان بن صرد رحمتہ اللہ علیہ قتل ہو گئے۔ (تاریخ طبری اردو ۴ صفحہ ۴۱۷)

حافظ ابن عبدالبر اور ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں کہ "کان سلیمان یوم قتل ابن ثلاث و تسعین سنتہ" سلیمان بن صرد قتل کے وقت ترانوے ۹۳ سال کے تھے۔ (استیعاب مع الاصابہ ج ۲ صفحہ ۶۴، ۶۷)

اس داستان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالفقار حیدری کسی طرح ان کے ہاتھ لگ گئی اور پیرانہ سالی میں بعمر ۹۳ سال شامی لشکر کے کشتوں کے پشتے لگانے کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

حیرت ہے کہ اصل قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں موجود ہیں اور موصوف انہیں چھوڑ کر موصل کی طرف رواں دواں ہیں۔ یہ بھی ایک معمہ ہے نہ سمجھنے کا اور نہ سمجھانے کا صاحب مشکوٰۃ اس تکلف میں پڑے بغیر بڑی خوبصورتی کے ساتھ آگے نکل گئے۔ آپ کی کنیت ابو مطرف ہے قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے

بہت بڑے فاضل عابد اور نیک مزاج واقع ہوئے تھے۔ ابتدا سے ہی کوفہ کو مسکن بنا لیا تھا۔ آپ نے ۹۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ صُرَد میں ص کا پیش اور ر پر زبر پڑھنا چاہیئے۔(مشکوٰۃ صفحہ ۵۹۷)

مذکورہ بالا تفصیل سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔ سلیمان بن صرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔

۲۔ دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔

۳۔ دور مرتضوی میں انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف جنگ صفین میں حصہ لیا۔(اس کا تعلق مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے) جبکہ جنگ جمل میں ان کی شرکت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

۴۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف شورش پسندوں کی کسی کاروائی میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔

۵۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا گھر حامیان حسین کا مرکز بن گیا اور وہاں سے خطوط لکھے گئے۔

۶۔ اگر ان کا گھر مرکز ہوتا یا وہ خط لکھتے تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ان ہی کے گھر قیام کرتے اور وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیتے۔

۷۔ خط کا افسانہ بالکل من گھڑت، وضعی اور جعلی ہے۔ اور سبائیوں کا یہ پرانا وطیرہ ہے۔ وہ اس سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ کے نام سے بھی جعلی خطوط لکھ کر فتنہ وفساد پھیلا چکے ہیں۔

۸۔ سلیمان بن صرد کے حالات زندگی اور کردار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امیر یزید کی بھی بیعت کر رکھی تھی۔ کیونکہ اس دوران بھی انہوں نے کسی شورش میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

۹۔ امیر یزید کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ متنازع ہو گیا۔ شام میں معاویہ ثانی اس کام کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چھ ماہ کے بعد امور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ لہذا اہل حجاز اور اہل عراق نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، اس وقت کوفہ میں ابن زیاد کی طرف سے عمرو بن حریث گورنر تھے لوگوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

۱۰۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بھی ان مبایعین میں شامل تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے تو ابن صرد رضی اللہ عنہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

۱۱۔ ابن زیاد جناب مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے موصل کا گورنر تھا۔ اس کا کوفہ میں موجود قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی رابطہ اور تعلق نہیں تھا۔ لہذا یہ کہنا کہ پہلے ابن زیاد کا کام تمام کر لیا جائے پھر دیگر قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے نمٹنا آسان ہو جائے گا، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

۱۲۔ ابن صرد رضی اللہ عنہ اگر کوفہ میں موجود قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام لیتے تو گورنر کوفہ کے لئے

مسئلہ پیدا ہوتا اور یہ کام بیعت کے تقاضے کے بھی خلاف تھا۔ لہذا انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے خلاف قدم اٹھایا جبکہ انہیں خلافت کی پوری پشت پناہی حاصل تھی۔ اگرچہ مؤرخین نے اسے قصاص حسین رضی اللہ عنہ کا نام دیا ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ اصل قاتلین جن کے ناپاک ہاتھ خون حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رنگے ہوئے ہیں کوفہ میں موجود ہیں ان تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ انہیں چھوڑ کر ابن زیادہ کی طرف رخ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقصد قصاص حسین رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ خلافت مروان رضی اللہ عنہ کا خاتمہ ہے۔

۱۳۔ توابین جس کے سربراہ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بتائے جاتے ہیں۔ ان کا پہلا کام تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ امیر یزید کی وفات کے بعد جب انہوں نے ابن زیاد کے مقرر کردہ گورنر عمرو بن حریث کو کوفہ سے نکال دیا تو کوفہ کا نظم و نسق خود سنبھال کر قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے انجام تک پہنچاتے۔ اس وقت ایسا کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ کیونکہ گورنر کی مسند خالی تھی۔ لیکن انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن یزید گورنر مقرر ہو کر آئے تو ان کی بھی خوب اطاعت کی۔

۱۷۔ مختار بن ابی عبید سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ہرگز محب وحامی نہیں تھا۔ اس نے پہلے انعام کے لالچ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کرنے کی کوشش کی، پھر کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد نہیں کی۔ بعد میں اپنے اقتدار کی خاطر خون حسین رضی اللہ عنہ کو آڑ بنایا۔ محمد بن حنفیہ کا اعتماد بھی حاصل کیئے رکھا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی گورنری کا پروانہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ کوفہ میں قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر قصرِ امارت پر قبضہ کیا، خون حسین رضی اللہ عنہ معاف کرنے کا اعلان کیا۔ قاتلین سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ انہیں اپنا مقرب بنایا۔ بعد میں جب اس کے خلاف بغاوت ہوئی تو پھر اس نام کی آڑ میں خوب خون ریزی کی اقتدار کے نشے میں اندھا ہو کر اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا جسے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے بھاگ کر آنے والے "قاتلین حسین رضی اللہ عنہ" کے تعاون سے کیفر کردار تک پہنچا کر باعث عبرت بنا دیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ خون حسین رضی اللہ عنہ کی آڑ میں قتل و غارت میں ملوث تھے جن کی تعداد چھ ہزار تھی انہیں بھی گرفتار کر کے کھلے میدان میں تہ تیغ کر دیا۔ بہر حال سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ ساری زندگی خلافت کے مطیع و فرمانبردار رہے۔ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے جس خط کا مؤرخین نے ذکر کیا ہے وہ جعلی، وضعی، جھوٹ کا پلندہ اور سبائیوں کی کاوش ہے۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا دامن اس سے پاک ہے۔ ان اریدالا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی باللہ۔

○